THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

# انجمنِ پنجاب کے زیرِ اثر ہونے والی شاعری کا موضوعاتی اور اسلوبی تنوع: ایک تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

***Naseer Ahmad***
*PhD Urdu Scholar Qurtuba University D.I Khan*
***Dr. Muzammil Hussain***
*Department of Urdu Linguistics and Literature Qurtuba University D.I Khan*

***ABSTRACT***

*The Anjuman-e-Punjab occupies a significant position in the history of modern Urdu poetry, particularly in the development of Urdu nazm as a literary form concerned with the realities of human life and society. This research paper, entitled "Thematic and Stylistic Diversity in Poetry under the Influence of Anjuman-e-Punjab: A Research and Critical Review* (انجمنِ پنجاب کے زیرِ اثر ہونے والی شاعری کا موضوعاتی اور اسلوبی تنوع: ایک تحقیقی اور تنقیدی جائزہ)*" examines the thematic and stylistic transformations introduced by the Anjuman-e-Punjab and its role in shaping the direction of modern Urdu poetry. The establishment of this literary movement marked a significant departure from the conventional poetic traditions that predominantly emphasized romanticism, beauty, emotional expression, and the imagery of love. Influenced by the intellectual, educational, and reformist objectives of the Aligarh Movement, the literary activities associated with the Anjuman-e-Punjab encouraged poets to engage with the realities of everyday life, social problems, moral concerns, and rational modes of thought. Consequently, Urdu poetry began to move beyond conventional romantic themes towards subjects that reflected contemporary social conditions, human experiences, and the intellectual needs of the changing age. This study explores the diversity of themes that emerged under the influence of the Anjuman-e-Punjab, including social reform, moral and intellectual awareness, human suffering, nature, patriotism, and collective welfare. Furthermore, it places a strong emphasis on investigating the stylistic changes (asloobi tanawwu) that accompanied this thematic transformation, with particular attention to diction, imagery, poetic structure, modes of expression, the shift from ornate verbal artifice to natural simplicity, and the growing significance of realism and descriptive representation. The paper critically evaluates how these thematic and formal developments contributed to broadening the scope of Urdu nazm and establishing new literary standards. By examining the relationship between changing subject matter and evolving poetic techniques, this research highlights the Anjuman-e-Punjab's contribution to the transition from traditional Urdu poetry to a more socially conscious and modern poetic expression. Ultimately, the study argues that the Anjuman-e-Punjab played a foundational role in redefining the purpose, subject matter, and stylistic possibilities of Urdu nazm, thereby laying important groundwork for its subsequent development.*

***Keywords:***
*Anjuman-e-Punjab, Jadeed Urdu Nazm, Mauzooati Tanawwu, Asloobi Tanawwu, Tehreek-e-Aligarh, Islah-e-Muashra, Haqeeqat Nigari, Samaji Shaoor, Aqli-o-Fikri Rujhanat, Qudrat Nigari, Husn-e-Bayan, Nazm ki Taraqqi, Urdu Adab.*

اردو شاعری کی تاریخ میں انجمنِ پنجاب کو جدید اردو نظم کے ارتقا اور اس کے موضوعاتی و اسلوبی امکانات کی تشکیل کے حوالے سے ایک اہم مقام حاصل ہے۔ انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں اس انجمن کی ادبی سرگرمیوں نے اردو شاعری کو روایتی موضوعات اور مروجہ شعری تصورات سے آگے بڑھاتے ہوئے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

زندگی کے حقیقی مسائل، معاشرتی حالات، فطرت کے مظاہر، قومی احساسات اور انسانی تجربات سے وابستہ کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ زیرِ نظر تحقیقی مقالے میں انجمنِ پنجاب کے قیام، اغراض و مقاصد اور اس کے زیرِ اثر منعقد ہونے والے موضوعاتی مشاعروں کا جائزہ لیتے ہوئے اردو نظم میں پیدا ہونے والی فکری، موضوعاتی اور اسلوبی تبدیلیوں کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں اردو نظم کی قدیم روایت، بالخصوص مثنوی، قصیدہ، شہر آشوب اور مرثیے کے موضوعاتی امکانات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ انجمنِ پنجاب نے نظم کی پہلے سے موجود روایت کو کس طرح ایک باقاعدہ تحریک اور نئے ادبی شعور سے مربوط کیا۔ مزید برآں، محمد حسین آزاد اور مولانا الطاف حسین حالی کے اصلاحی و ادبی نظریات، نیچرل شاعری کے رجحان، مغربی ادب کے اثرات اور منظوم تراجم کی روایت کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انجمنِ پنجاب نے اردو نظم کو موضوعاتی وسعت کے ساتھ ساتھ سادگی، حقیقت نگاری، فطرت نگاری، منظر نگاری اور براہِ راست طرزِ اظہار جیسے اسلوبی امکانات سے بھی آشنا کیا۔ اگرچہ اس دور کی شاعری میں اصلاحی مقصدیت کی زیادتی اور بعض مقامات پر فنی ناپختگی کے آثار موجود تھے، تاہم اس تحریک نے جدید اردو نظم کے لیے فکری اور فنی بنیادیں فراہم کیں اور شاعری کے موضوع، مقصد اور طرزِ اظہار کے تصورات کو ایک نئی جہت عطا کی۔

اردو شاعری کی تاریخ میں انجمنِ پنجاب کی ادبی تحریک ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں جب اردو شاعری کا غالب حصہ روایتی موضوعات، مخصوص شعری مضامین اور مروجہ ہیئتوں کے زیرِ اثر تھا، اس وقت انجمنِ پنجاب نے شاعری کو زندگی کے حقیقی مسائل، فطرت کے مشاہدے، قومی و ملی احساسات اور معاشرتی موضوعات سے ہم آہنگ کرنے کی ایک بامقصد کوشش کی۔ اس انجمن کے زیرِ اہتمام منعقد ہونے والے مشاعروں نے اردو شاعری کو ایک نیا فکری اور فنی زاویۂ نگاہ عطا کیا۔ بالخصوص موضوعاتی مشاعروں کا انعقاد اردو نظم کی تاریخ میں ایک اہم پیش رفت ثابت ہوا، جس نے شعرا کو روایتی مضامین سے ہٹ کر زندگی کے متنوع موضوعات پر طبع آزمائی کی دعوت دی۔ اس طرح انجمنِ پنجاب نے اردو شاعری میں مقصدیت، حقیقت نگاری اور موضوعاتی تنوع کے رجحانات کو منظم ادبی تحریک کی صورت دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

اس تحریک کے زیرِ اثر اردو نظم میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا بنیادی پہلو موضوعاتی وسعت ہے۔ فطرت نگاری، حب الوطنی، قومی بیداری، اخلاقی اصلاح، معاشرتی شعور، انسانی جذبات، تاریخی واقعات اور زندگی کے مختلف مظاہر کو نظم کا موضوع بنایا جانے لگا۔ اس تبدیلی کے نتیجے میں اردو نظم روایتی عشقیہ اور تخیلی مضامین کے محدود دائرے سے نکل کر انسانی زندگی کے وسیع تر تجربات سے مربوط ہوئی۔ موضوعاتی تبدیلی کے ساتھ اسلوبی سطح پر بھی نئے رجحانات سامنے آئے۔ زبان و بیان میں سادگی، حقیقت پسندی، منظر نگاری، مشاہدے کی گہرائی، مقصدیت اور فطری اندازِ اظہار کو اہمیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس عہد کی نظم میں کلاسیکی شعری روایت کے اثرات مکمل طور پر ختم نہیں ہوئے تھے، تاہم موضوع، طرزِ بیان اور فکری جہات میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں نے جدید اردو نظم کے ارتقا کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔

انجمنِ پنجاب کی ادبی سرگرمیوں کو سمجھنے کے لیے اس کے قیام کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر کا مطالعہ ضروری ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی نے برصغیر کے مسلمانوں کو سیاسی، سماجی اور تعلیمی پسماندگی کا احساس دلایا۔ مغلیہ سلطنت کے خاتمے اور انگریزوں کے سیاسی اقتدار کے استحکام نے برصغیر کے معاشرتی اور تہذیبی نظام کو متاثر کیا۔ دہلی اور لکھنؤ کی ادبی اور تہذیبی فضا بھی اس سیاسی تبدیلی سے محفوظ نہ رہ سکی۔ ان حالات میں متعدد اہلِ علم اور اہلِ قلم نے لاہور کا رخ کیا، جن میں مولوی محمد حسین آزاد، پیارے لال آشوب، مولوی سید احمد دہلوی، مولوی کریم الدین اور مولانا الطاف حسین حالی جیسے نام شامل ہیں۔ ان اہلِ علم کی آمد سے لاہور میں ایک نئی علمی اور ادبی فضا تشکیل پائی، جس نے اردو ادب کے مستقبل پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

اسی تاریخی ماحول میں ۱۲ جنوری ۱۸۶۵ء کو انجمنِ اشاعتِ مطالبِ مفیدۂ پنجاب قائم ہوئی، جو بعد میں انجمنِ پنجاب کے نام سے معروف ہوئی۔ اس کے قیام میں حکومتِ پنجاب کے بعض اہل کاروں اور علمی شخصیات نے کردار ادا کیا۔ کرنل ہالرائیڈ اس کے قیام کے اہم محرک تھے، جب کہ ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو۔ لائٹنر نے اس کے علمی و تعلیمی مقاصد کو عملی شکل دینے میں نمایاں حصہ لیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے پہلے پرنسپل کی حیثیت سے ڈاکٹر لائٹنر کو مشرقی علوم، مقامی زبانوں اور تعلیمی اصلاح سے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

خصوصی دلچسپی تھی۔ ان کے نزدیک جدید تعلیم کا فروغ مقامی علمی روایت اور زبانوں کی ترقی سے الگ نہیں تھا۔ ان کی علمی بصیرت اور اصلاحی سرگرمیوں کے حوالے سے انور سدید لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر لائٹنر ایک صاحبِ بصیرت، مستعد اور اولوالعزم مفکر تھے۔ لاہور میں گورنمنٹ کالج کا قیام عمل میں آیا تو انہیں اس کالج کا پہلا پرنسپل مقرر کیا گیا... جن کے ذریعے ادبی اور سماجی اصلاح کے اغراض و مقاصد کا تعین کیا گیا۔"(۱)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ انجمنِ پنجاب کا قیام محض ایک ادبی تنظیم کی تشکیل کا واقعہ نہیں تھا بلکہ اس کے پس منظر میں علمی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح کا ایک وسیع تصور کار فرما تھا۔ انجمن نے مقامی زبانوں کے فروغ، علمی مباحث اور ادبی سرگرمیوں کے ذریعے معاشرے میں فکری بیداری پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں یہی انجمن اردو نظم کی ترقی اور جدید شاعری کے فروغ کا ایک اہم مرکز بن گئی۔

ڈاکٹر سلیم اختر اس ادبی تبدیلی اور انجمنِ پنجاب کے مشاعروں کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد حسین آزاد انجمن پنجاب کی روح رواں تھے۔ حالی بھی ان دنوں لاہور میں تھے۔ انہوں نے بھی انجمن کے مشاعروں کے لیے نظمیں لکھیں۔ ماہانہ مشاعروں میں مصرعِ طرح کے برعکس نظم لکھنے کے لیے عنوان (حبِ وطن، برسات، امن وغیرہ) دیا جاتا تھا۔ دس مشاعروں کے بعد ملک گیر مخالفت کی بنا پر یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا، لیکن ان مشاعروں نے نظم نگاری کا شوق پیدا کر دیا۔ یوں پنجاب میں غزل کے ساتھ ساتھ نظم نگاری بھی فروغ پاتی رہی۔"(۲)

اس پس منظر میں مشاعروں کی روایت کا جائزہ لیا جائے تو انجمنِ پنجاب سے قبل بھی اردو میں مشاعروں کا رواج موجود تھا، تاہم اس انجمن کا نمایاں کارنامہ مشاعرے کے مروجہ طریقۂ کار میں تبدیلی اور موضوعاتی مشاعروں کا آغاز تھا۔ قدیم مشاعرے عموماً طرحی نوعیت کے ہوتے تھے، جن میں شعرا کو ایک مخصوص مصرع یا زمین دی جاتی تھی اور انہیں اسی زمین میں غزل یا نظم تخلیق کرنا ہوتی تھی۔ ایسے مشاعروں میں قافیہ، ردیف، وزن اور فنی مہارت کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔ اس طرزِ مشاعرے میں شعرا کی تخلیقی صلاحیت کا اظہار زیادہ تر ایک مقررہ فنی دائرے کے اندر ہوتا تھا۔ اس کے برعکس انجمنِ پنجاب کے مشاعروں میں کسی مخصوص مصرعِ طرح کے بجائے ایک موضوع متعین کیا جاتا اور شعرا کو اس موضوع پر اپنے خیالات نظم کی صورت میں پیش کرنے کی دعوت دی جاتی۔ اس طریقۂ کار نے شاعری کی توجہ محض فنی مشق سے ہٹا کر موضوع کے فکری اور معنوی پہلوؤں کی طرف منتقل کی۔

انجمنِ پنجاب کے مشاعروں کی انفرادیت یہ تھی کہ ان میں شاعری کو زندگی کے مختلف شعبوں سے مربوط کرنے کی کوشش کی گئی۔ حب الوطنی، فطرت، اخلاقیات، انسانی ہمدردی، امن، انصاف اور معاشرتی اصلاح جیسے موضوعات نے اردو نظم کے لیے نئے امکانات پیدا کیے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اس ادبی تجربے کی اہمیت بیان کی کہ انجمنِ پنجاب کے مشاعروں نے اردو شاعری میں ایک ایسے رجحان کو فروغ دیا جس میں موضوع کو تخلیقی اظہار کا بنیادی محرک بنایا گیا۔ اس طرزِ مشاعرے نے شعرا کو اپنے عہد کے مسائل، انسانی جذبات اور معاشرتی حالات پر غور کرنے کی ترغیب دی۔ یوں نظم محض روایتی مضامین کی تکرار نہیں رہی بلکہ اس نے اپنے گرد و پیش کی زندگی سے براہِ راست رشتہ قائم کرنا شروع کیا۔ تاہم اس تبدیلی کو اردو نظم کی ابتدا قرار دینا تاریخی اعتبار سے درست نہیں ہوگا، کیونکہ نظم کی روایت انجمنِ پنجاب سے بہت پہلے موجود تھی۔ اس انجمن کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ اس نے موضوعاتی نظم کے رجحان کو ایک منظم ادبی تحریک کی صورت دی۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اردو نظم کی قدیم روایت کا جائزہ لیا جائے تو اس کے موضوعاتی امکانات مختلف اصنافِ سخن میں نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ دکن کے ابتدائی ادبی دور سے لے کر شمالی ہند کے کلاسیکی عہد تک نظم مختلف صورتوں میں تخلیق ہوتی رہی۔ سلطان قلی قطب شاہ کی کلیات میں میلوں، تہواروں، موسموں اور معاشرتی تقریبات سے متعلق نظمیں موجود ہیں، جو اس امر کی نشان دہی کرتی ہیں کہ اردو نظم اپنے ابتدائی دور ہی سے زندگی کے متنوع مظاہر کو اپنے دائرے میں سمیٹتی رہی ہے۔ اسی طرح مثنوی نے داستانی، عشقیہ، اخلاقی، تاریخی اور تہذیبی موضوعات کے اظہار کے لیے وسیع امکانات فراہم کیے۔ میر حسن کی ”سحر البیان“ اور دیا شنکر نسیم کی ”گلزارِ نسیم“ اس صنف کی فنی اور تخلیقی اہمیت کی نمایاں مثالیں ہیں۔

قصیدہ بھی اردو نظم کی ایک اہم صنف ہے، جس میں مدح، ہجو، اخلاق، معاشرت اور عہد کے سیاسی حالات جیسے موضوعات بیان کیے گئے۔ سودا، میر اور ذوق نے اس صنف کو فنی اعتبار سے وسعت دی۔ بالخصوص سودا کے قصائد میں معاشرتی مشاہدے، طنز، ہجو اور انسانی کرداروں کی عکاسی کے عناصر نمایاں ہیں۔ اسی روایت سے وابستہ شہر آشوب نے سیاسی اور معاشرتی انتشار، معاشی بدحالی اور تہذیبی زوال کو شعری اظہار کا موضوع بنایا۔ شاکر ناجی، قائم چاند پوری، حاتم، سودا، میر تقی میر اور بالخصوص نظیر اکبر آبادی کے ہاں اپنے عہد کے حالات اور معاشرتی زندگی کی مختلف تصویریں ملتی ہیں۔ شہر آشوب کی اہمیت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ اس نے شاعری کو محض ذاتی جذبات تک محدود رکھنے کے بجائے اجتماعی زندگی کے مسائل سے مربوط کیا۔ اس میں طنز، ہجو اور حقیقت پسندانہ مشاہدے کے ذریعے معاشرتی خرابیوں اور سیاسی انتشار کو نمایاں کیا گیا۔

اسی طرح اردو مرثیے نے بھی موضوعاتی اور فنی اعتبار سے نظم کی روایت کو وسعت دی۔ مرثیے کا بنیادی موضوع واقعۂ کربلا اور حضرت امام حسینؓ اور ان کے رفقا کی قربانی، شجاعت، استقامت اور حق پرستی ہے، تاہم اس صنف میں انسانی جذبات، خاندانی تعلقات، اخلاقی اقدار، جنگی حالات اور تہذیبی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بھی جگہ ملی۔ سودا، میر، ضمیر، خلیق اور میر انیس نے مرثیے کی روایت کو آگے بڑھایا۔ بالخصوص میر انیس نے اپنے مرثیوں میں مقامی ماحول، ہندوستانی تہذیب، فطری مناظر اور انسانی نفسیات کی عکاسی کے ذریعے اس صنف کو غیر معمولی فنی وسعت عطا کی۔ ان کے ہاں منظر نگاری، کردار نگاری، مکالمہ، جذبات نگاری اور فطرت کے مشاہدے نے اردو نظم کے اظہار کو نئے امکانات سے آشنا کیا۔

ان تمام اصناف کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اردو نظم میں موضوعاتی تنوع کی روایت انجمنِ پنجاب سے پہلے بھی موجود تھی۔ تاہم یہ تنوع مختلف اصناف اور شعری تجربات میں منتشر تھا۔ نظیر اکبر آبادی کی شاعری میں اس روایت کے متعدد عناصر ایک جامع صورت میں سامنے آتے ہیں۔ انہوں نے عام انسانی زندگی، معاشرتی رسوم، میلوں، تہواروں، موسموں، معاشی حالات اور انسانی رویوں کو شاعری کا موضوع بنایا۔ اس اعتبار سے نظیر اردو نظم میں زندگی کے عام مظاہر کو شعری اظہار کا حصہ بنانے والے اہم شاعر ہیں۔ ان کے بعد محمد حسین آزاد نے اس موضوعاتی روایت کو ایک نئے فکری شعور اور ادبی مقصدیت سے مربوط کیا۔ یوں نظیر اور آزاد کے درمیان ایک ایسا ارتقائی رشتہ قائم ہوتا ہے جس میں پہلے شاعر کے ہاں زندگی کے موضوعات کی تخلیقی پیش کش ملتی ہے، جب کہ دوسرے شاعر نے انہیں ایک منظم ادبی تحریک کے ذریعے فروغ دینے کی کوشش کی۔

محمد حسین آزاد روایتی شاعری کے محدود اور فرسودہ مضامین سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ شاعری کو زندگی کے حقیقی مسائل، اخلاقی اقدار اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگ دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے نزدیک شاعری کا اصل مقصد صرف لفظی صناعی، قافیہ پیمائی اور فنی مہارت کا مظاہرہ نہیں بلکہ بلند خیالات اور انسانی شعور کی ترجمانی بھی تھی۔ وہ اپنے عہد کی شاعری میں فکری انحطاط اور موضوعاتی محدودیت محسوس کرتے تھے۔ اس حوالے سے ان کا کہنا ہے:

> "ابتدا میں شعر گوئی حکما اور علماے متبحر کے کمالات میں شمار ہوتی تھی اور ان تصانیف میں اور حال کی تصانیف میں فرق بھی زمین و آسمان کا ہے۔ البتہ فصاحت وبلاغت اب زیادہ ہے، مگر خیالات اکثر خراب ہو گئے ہیں۔ سبب اس کا سلاطین و

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

حکامِ عصر کی قباحت ہے۔ انہوں نے جن جن چیزوں کی قدردانی کی، لوگ اسی میں ترقی کرتے گئے۔... امید ہے کہ جہاں اور محاسن و قبائح کی ترویج و اصلاح پر نظر ہو گی، فنِ شعر کی اس قباحت پر بھی نظر رہے گی۔ گو آج نہیں، مگر امیدِ قوی ہے کہ ان شاءاللہ کبھی نہ کبھی اس کا ثمرۂ نیک حاصل ہو گا۔"(3)

آزاد کے اس بیان سے ان کے ادبی نظریے کی بنیادی جہت سامنے آتی ہے۔ وہ شاعری میں فنی خوب صورتی کے منکر نہیں تھے، تاہم ان کے نزدیک فنی محاسن اسی وقت بامعنی ہو سکتے ہیں جب ان کے ساتھ فکری بلندی اور معنوی گہرائی بھی موجود ہو۔ ان کے خیال میں درباری سرپرستی اور حکمرانوں کے مخصوص ذوق نے شاعری کو زندگی کے حقیقی مسائل سے دور کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شاعری میں اصلاح، تازگی اور موضوعاتی وسعت کے خواہاں تھے۔ ان کا یہ تصور بعد ازاں انجمنِ پنجاب کی ادبی سرگرمیوں اور جدید اردو نظم کے فروغ کا اہم محرک بنا۔

محمد حسین آزاد کے ادبی نظریات کی تشکیل میں ان کے علمی پس منظر اور مغربی ادب کے مطالعے نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ وہ مولوی محمد باقر کے فرزند تھے اور دہلی کے علمی ماحول میں ان کی تربیت ہوئی۔ انہیں مولوی نذیر احمد اور مولوی ذکاء اللہ جیسے اہلِ علم کی صحبت میسر آئی۔ بعد ازاں لاہور میں قیام کے دوران انہیں مستشرقین اور مغربی علمی روایت سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس مطالعے نے ان کے ادبی نقطۂ نظر میں وسعت پیدا کی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اردو شاعری میں مثنوی، مرثیہ، قصیدہ اور دیگر اصناف کی مضبوط روایت موجود ہونے کے باوجود اس کے بعض مروجہ موضوعات میں تکرار اور محدودیت پیدا ہو چکی ہے، جب کہ مغربی شاعری میں فطرت، موسموں، انسانی ہمدردی، حب الوطنی، انصاف اور معاشرتی زندگی کے متنوع موضوعات پر اظہارِ خیال کیا جا رہا تھا۔

اسی تناظر میں آزاد نے اردو شاعری کو مغربی ادب کے فکری اور فنی تجربات سے استفادہ کرنے کی ترغیب دی۔ ان کے نزدیک اردو شاعری کو اپنی کلاسیکی روایت سے رشتہ منقطع کیے بغیر نئے عہد کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ وہ فارسی شاعری کی استعاراتی اور تشبیہی روایت، مقامی زبانوں کی سادگی اور مغربی ادب کے نئے فنی امکانات کو یکجا کرنے کے خواہاں تھے۔ اپنی ایک تقریر میں وہ اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی ضرورت کے بہ موجب استعارہ، تشبیہ اور اضافتوں کے اختصار فارسی سے لیں، سادگی اور اظہارِ اصلیت کو بھاشا سے سیکھیں، لیکن پھر بھی قناعت جائز نہیں، کیونکہ اب رنگِ زمانہ کچھ اور ہے۔ ذرا آنکھیں کھولیں گے تو دیکھیں گے کہ فصاحت و بلاغت کا ایک عجائب خانہ کھلا ہے، جس میں یورپ کی زبانیں اپنی اپنی تصانیف کے گلدستے، ہار اور طرّے ہاتھوں میں لیے حاضر ہیں اور بے چاری نظم خالی ہاتھ الگ کھڑی منہ دیکھ رہی ہے۔ لیکن اب وہ بھی منتظر کھڑی ہے کہ کوئی صاحبِ ہمت ہو جو میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھائے۔ نئے انداز کے خلعت و زیور، جو آج کے مناسبِ حال ہیں، انگریزی میں صندوقوں میں بند پڑے ہیں۔"(۴)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ آزاد اردو شاعری میں روایت اور جدت کے امتزاج کے حامی تھے۔ وہ فارسی زبان کی شعری لطافت، مقامی زبانوں کی سادگی اور یورپی ادب کے نئے اسالیب سے استفادے کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اردو نظم کو جدید زندگی کی ترجمانی کے لیے اپنے اظہار کے ذرائع میں وسعت پیدا کرنی چاہیے۔ اس تصور نے نہ صرف موضوعاتی نظم کے فروغ میں مدد دی بلکہ زبان، بیان، منظر نگاری اور تخلیقی ساخت کے حوالے سے بھی نئے امکانات پیدا کیے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

آزاد کے اس ادبی تصور سے وابستہ ایک اہم رجحان نیچرل شاعری کا تھا۔ نیچرل شاعری سے مراد ایسی شاعری ہے جو غیر ضروری تصنع، مبالغہ آرائی اور غیر فطری تخیل کے بجائے زندگی اور فطرت کے حقیقی مظاہر، انسانی جذبات اور مشاہدات کی ترجمانی کرے۔ اس رجحان نے اردو شاعری کو روایتی استعارات اور مروجہ عشقیہ مضامین کی یکسانیت سے باہر نکالنے کی کوشش کی۔ اس کے تحت شاعر کو اپنے گردوپیش کے ماحول، قدرتی مناظر، موسموں کی تبدیلیوں، انسانی کرداروں اور معاشرتی حالات کا براہِ راست مشاہدہ کرنے کی ترغیب دی گئی۔ اس طرح شاعری کی بنیاد محض تخیلاتی آرائش کے بجائے مشاہدے، تجربے اور زندگی کی حقیقتوں پر استوار ہونے لگی۔

محمد حسین آزاد نے انجمنِ پنجاب کے مشاعروں کے ذریعے اس رجحان کو عملی صورت دی۔ ان کی نظموں "شبِ قدر" اور "برکھارت" میں فطری مناظر اور مشاہدے کی اہمیت نمایاں ہے۔ ان نظموں میں فطرت کو محض روایتی شعری علامت کے طور پر پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس کے مختلف مظاہر کو براہِ راست مشاہدے اور محسوس تجربے کی بنیاد پر شعری اظہار کا حصہ بنایا گیا۔ اس طرزِ اظہار نے منظر نگاری اور جزئیات نگاری کو اہمیت دی اور نظم کے لیے ایک ایسا اسلوب پیدا کیا جس میں موضوع کی وضاحت، بیان کی سادگی اور فطری کیفیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔

اس تحریک کو تنقیدی اور نظریاتی استحکام فراہم کرنے میں مولانا الطاف حسین حالی کا کردار بھی بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ حالی نے آزاد کے ادبی نظریات سے اثر قبول کرتے ہوئے نیچرل شاعری کے تصور کو زیادہ واضح اور منظم تنقیدی بنیاد فراہم کی۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف "مقدمۂ شعر و شاعری" میں شاعری کے فطرت سے تعلق، سادگی، اصلیت اور اثر آفرینی کے مباحث تفصیل سے سامنے آتے ہیں۔ حالی کے نزدیک شاعری کی تاثیر کا ایک بنیادی سبب یہ ہے کہ اس میں پیش کیے جانے والے خیالات اور جذبات انسانی فطرت اور زندگی کے تجربات سے مطابقت رکھتے ہوں۔ وہ شاعری کو محض تفننِ طبع کا ذریعہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے انسانی جذبات، قومی شعور اور اجتماعی مسائل کے اظہار کا مؤثر وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ انور سدید حالی کی فکری اور شعری تبدیلی کے پس منظر میں ان کے ابتدائی علمی و ادبی تجربات کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "مشاعرہ انجمن کے دوسرے اہم شاعر الطاف حسین حالی تھے۔ حالی معترف ہیں کہ انھوں نے ابتدائی تعلیم قدامت پرست اساتذہ کی نگرانی میں حاصل کی۔ جب آزاد لاہور میں اردو شاعری میں انقلاب لانے کے لیے انجمن پنجاب کی تحریک کو فروغ دے رہے تھے تو حالی عیسائی مبلغ پادری عماد الدین کے ساتھ مناظروں میں الجھے ہوئے تھے... اور پیروی مغرب کی طرف مائل ہو گئے۔"(۵)

ان کے ادبی نظریات کے حوالے سے سید عبد اللہ لکھتے ہیں:

> "ذوقِ شعری کی یہ تبدیلی غزلیات و منظومات دونوں میں نظر آتی ہے۔ انہوں نے غزل میں جو تازگی اور جدت پیدا کی، وہ تو ہے ہی، انہوں نے یہ بھی کیا کہ نظم کے لیے ذوق اور ذہن کو آمادہ کیا اور اس کی مقبولیت کے لیے راہیں ہموار کیں، اور اس طرح شاعری کو ایک طرف سچے جذبات کا ترجمان اور دوسری طرف مفید اجتماعی مسائل و حقائق کا وسیلۂ اظہار بنایا۔ حالی اردو میں نیچرل شاعری کی تحریک میں آزاد کے رفیق اور غزل کی اصلاحی تحریک کے اولین علمبردار تھے۔"(۶)

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اس تنقیدی رائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حالی نے اردو شاعری کے ذوق میں تبدیلی پیدا کرنے اور نظم کو ایک مقبول ادبی صنف بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی شاعری میں سادگی، حقیقت پسندی، اخلاقی شعور اور قومی احساسات نمایاں ہیں۔ "مسدسِ مدّ و جزرِ اسلام" اس اصلاحی اور قومی فکر کی ایک اہم مثال ہے، جس میں مسلمانوں کے عروج و زوال، معاشرتی کمزوریوں اور اجتماعی اصلاح کے امکانات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ حالی نے شاعری کو زندگی کے اجتماعی مسائل سے مربوط کر کے نظم کے فکری دائرے کو مزید وسعت دی۔

۱۸۷۴ء میں انجمنِ پنجاب کے زیرِ اہتمام نئی طرز کے مشاعروں کا سلسلہ شروع ہوا۔ ان مشاعروں کے لیے برسات، زمستان، امید، حبِ وطن، امن، انصاف، مروّت، قناعت، تہذیب اور اخلاق جیسے موضوعات منتخب کیے گئے۔ ان موضوعات کی اہمیت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ زندگی کے مختلف شعبوں اور انسانی تجربات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ برسات اور زمستان جیسے موضوعات نے فطرت نگاری کے امکانات پیدا کیے، جب کہ امید، مروّت، قناعت اور اخلاق نے انسانی کردار اور معاشرتی اقدار کو شعری اظہار کا حصہ بنایا۔ اسی طرح حبِ وطن، امن اور انصاف جیسے موضوعات نے نظم کو قومی اور اجتماعی شعور سے وابستہ کیا۔ ان مشاعروں کے ذریعے اردو شاعری میں موضوعاتی تنوع کو ایک باقاعدہ ادبی روایت کی صورت حاصل ہوئی۔

ان مشاعروں نے بعد کے شعرا کے لیے بھی نئے امکانات پیدا کیے۔ مولانا حالی اور محمد حسین آزاد کے بعد اسماعیل میرٹھی، مولانا شبلی نعمانی، شوق قدوائی اور اکبر الہ آبادی جیسے شعرا نے مختلف موضوعات پر نظمیں تخلیق کیں۔ بعد ازاں برج نارائن چکبست، سرور جہاں آبادی، نادر کاکوروی، خوشی محمد ناظر، غلام بھیک نیرنگ، تلوک چند محروم اور نظم طباطبائی نے بھی وطن پرستی، فطرت نگاری، اخلاقیات، تاریخ اور سیاسی و معاشرتی حالات کو نظم کا موضوع بنایا۔ ان شعرا کے ہاں موضوعاتی وسعت کے ساتھ ساتھ زبان و بیان اور طرزِ اظہار میں بھی مختلف تجربات سامنے آئے۔ کہیں سادہ اور براہِ راست انداز اختیار کیا گیا، کہیں جذباتی اور خطیبانہ لہجہ نمایاں ہوا، جب کہ بعض شعرا نے منظر نگاری، تشبیہات اور استعارات کے ذریعے موضوع کو زیادہ مؤثر بنایا۔

انجمنِ پنجاب کی تحریک کے زیرِ اثر اردو نظم میں موضوعاتی وسعت کے ساتھ ساتھ اس کے فکری اور اسلوبی مزاج میں بھی تبدیلی کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ اس دور میں حالی اور اکبر الہ آبادی دو ایسے اہم شعرا تھے جنھوں نے قومی و معاشرتی اصلاح کو اپنی شاعری کا بنیادی مقصد بنایا، تاہم دونوں کے زاویۂ نظر اور طریقۂ اظہار میں فرق موجود تھا۔ وزیر آغا اس عہد کے شعری رجحانات اور حالی و اکبر کے فکری زاویوں کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "حالی اور شبلی زیادہ تر طنز کے ذریعے ناہمواریوں کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ ایک فرق اور بھی تھا۔ حالی کا خیال تھا کہ اہلِ وطن کی ترقی صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر لیں۔ اس کے لیے اس نے اسلاف کے کارناموں کو پیش کرنے کی کوشش کی اور زمانے کے ترقی پذیر رجحانات کو اپنانے کی ترغیب دی۔ دوسری طرف اکبر کا خیال یہ تھا کہ یہ ترقی پذیر رجحانات قوم کو منزلِ ترقی کے بجائے انحطاط کی طرف لے جا رہے ہیں... یہی وجہ ہے کہ وہ نظم کو اپنی ذات کی طرف موڑنے میں ناکام رہا۔"(۷)

وزیر آغا کی اس تنقیدی رائے سے واضح ہوتا ہے کہ انجمنِ پنجاب کے زیرِ اثر اردو نظم نے موضوعاتی اعتبار سے ایک نیا دائرہ ضرور حاصل کیا، لیکن اس دور کے شعری اظہار میں اصلاحی اور اخلاقی مقاصد کی بالادستی برقرار رہی۔ حالی نے نظم کو قومی شعور کی بیداری، اجتماعی اصلاح اور اخلاقی تربیت کا وسیلہ بنایا۔ ان کے اسلوب میں خطابیہ انداز، نصیحت، حکایت اور استدلال کو نمایاں اہمیت حاصل ہوئی۔ تاہم وزیر آغا کی تنقید اس پہلو کی طرف بھی توجہ دلاتی ہے کہ حالی کی نظم میں شاعر کی داخلی اور شخصی کیفیات کے اظہار کی گنجائش نسبتاً محدود رہی۔ اس اعتبار سے انجمنِ پنجاب کے زیرِ اثر نظم میں موضوعات کی وسعت تو پیدا ہوئی، مگر ذات کے باطنی تجربات اور

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

انفرادی احساسات کو شعری اظہار کا مرکز بنانے کا رجحان ابھی پوری طرح پروان نہیں چڑھا تھا۔ یہی صورتِ حال آگے چل کر اردو نظم میں اسلوب اور اظہار کی نئی جہتوں کے لیے ایک اہم پس منظر فراہم کرتی ہے۔

انجمن پنجاب کے اثرات صرف موضوعات کے انتخاب تک محدود نہیں رہے بلکہ اس نے نظم کے اسلوب اور فنی ساخت پر بھی اثر ڈالا۔ موضوعاتی تبدیلی کے نتیجے میں زبان و بیان کے نئے تقاضے سامنے آئے۔ شاعر کو ایسے الفاظ اور تراکیب کی ضرورت محسوس ہوئی جو زندگی کے حقیقی مناظر اور معاشرتی تجربات کو واضح طور پر پیش کر سکیں۔ چنانچہ فارسی آمیز اور پیچیدہ طرزِ اظہار کے ساتھ ساتھ سادہ، رواں اور عام فہم زبان کو بھی اہمیت حاصل ہوئی۔ نظم میں موضوع کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب، جملوں کی ساخت اور بیان کے تسلسل پر توجہ دی جانے لگی۔ اسلوب میں غیر ضروری تکلف اور لفظی آرائش کے بجائے موضوع کی معنوی وضاحت اور ابلاغ کو ترجیح دینے کا رجحان پیدا ہوا۔

فطرت نگاری نے اس دور کے اسلوب میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کی۔ شاعر نے موسموں، بادلوں، بارش، سردی، بہار، پھولوں، درختوں اور قدرتی مناظر کو محض روایتی شعری علامات کے طور پر استعمال کرنے کے بجائے ان کی ظاہری اور محسوس کیفیات کو بیان کرنا شروع کیا۔ اس رجحان کے نتیجے میں منظر نگاری اور جزئیات نگاری کو فروغ ملا۔ نظم میں کسی منظر یا کیفیت کی تشکیل کے لیے مشاہدے کی صحت اور بیان کی وضاحت اہم قرار پائی۔ اسلوبی سطح پر یہ تبدیلی اردو نظم کو خارجی زندگی اور فطری ماحول کے زیادہ قریب لے آئی۔

اسی طرح معاشرتی اور اخلاقی موضوعات نے نظم میں خطیبانہ، اصلاحی اور براہِ راست اسلوب کو فروغ دیا۔ ان موضوعات کے ذریعے شاعر اپنے مخاطب سے براہِ راست گفتگو کرتا، معاشرتی خرابیوں کی نشان دہی کرتا اور اصلاح کی دعوت دیتا دکھائی دیتا ہے۔ اس طرزِ اظہار میں بعض اوقات وعظ و نصیحت کا رنگ غالب آ جاتا ہے، تاہم اس کے ذریعے شاعری کو اجتماعی زندگی کے مسائل سے مربوط کرنے کی کوشش بھی نمایاں ہوتی ہے۔ حب الوطنی اور قومی بیداری کے موضوعات نے جذباتی اور پرجوش لہجے کو فروغ دیا، جب کہ فطرت اور انسانی جذبات سے متعلق نظموں میں نرم، رواں اور مشاہداتی اسلوب سامنے آیا۔ یوں موضوع کی نوعیت کے مطابق اسلوب کے مختلف رنگ پیدا ہوئے۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں دیگر زبانوں سے اردو میں منظوم تراجم کا رجحان بھی فروغ پانے لگا۔ اس رجحان نے اردو نظم کے موضوعاتی اور اسلوبی دائرے کو وسعت دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ مغربی شاعری کے تراجم کے ذریعے اردو شعرا کو ایسے موضوعات، شعری تصورات اور طرزِ اظہار سے واقفیت حاصل ہوئی جو مقامی شعری روایت میں نسبتاً کم نمایاں تھے۔ نظم طباطبائی کا تھامس گرے کی مشہور نظم "Elegy Written in a Country Churchyard" کا منظوم ترجمہ "گورِ غریباں" اس سلسلے میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس ترجمے نے اردو شاعری میں انسانی زندگی کی ناپائیداری، موت، خاموشی اور عام انسان کی زندگی جیسے موضوعات کے اظہار کے امکانات کو وسعت دی۔

اسی طرح عبدالحلیم شرر نے اپنے رسالے "دل گداز" اور سر عبدالقادر نے "مخزن" کے ذریعے انگریزی ادب اور جدید شاعری کے تراجم کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ محمد حسین آزاد، نادر کاکوروی اور حسرت موہانی کے منظوم تراجم نے بھی اردو نظم کو نئے موضوعات اور فنی تجربات سے روشناس کرایا۔ سجاد حیدر یلدرم، مولانا وحید الدین سلیم، میاں محمد شاہ دین ہمایوں، درگا سہائے سرور اور تلوک چند محروم بھی ان اہلِ قلم میں شامل ہیں جنھوں نے تراجم کے ذریعے اردو ادب میں نئے خیالات اور اسالیب کی منتقلی میں حصہ لیا۔ اس عمل کے نتیجے میں اردو نظم کے موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی اور شعرا کو اظہار کے نئے طریقوں سے واقفیت حاصل ہوئی۔

انجمن پنجاب کے ادبی تجربات کا تنقیدی جائزہ لینے سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ اس تحریک کے زیرِ اثر تخلیق ہونے والی تمام نظمیں فنی اعتبار سے یکساں طور پر کامیاب نہیں تھیں۔ بعض نظموں میں اصلاحی مقصدیت اس قدر غالب ہو جاتی ہے کہ شعری تخیل اور جمالیاتی تاثیر پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ کہیں

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

ISSN P : 3006-3329
ISSN E : 3006-3337

Vol.4 No.1 2026

اخلاقی نصیحت اور خطیبانہ انداز کی کثرت نظم کو شاعرانہ لطافت سے محروم کر دیتی ہے، جب کہ بعض مقامات پر موضوع کی وضاحت کے لیے اختیار کیا گیا براہِ راست انداز فنی پیچیدگی اور معنوی تہہ داری کو محدود کر دیتا ہے۔ تاہم ان کمزوریوں کو اس تحریک کی مجموعی ادبی اہمیت کے منافی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ درحقیقت یہ ایک ایسے عبوری عہد کی شاعری تھی جس میں قدیم شعری روایت سے وابستہ رہتے ہوئے نئے موضوعات، نئے اسالیب اور نئے فکری تصورات کو قبول کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔

انجمنِ پنجاب کی سب سے بڑی ادبی اہمیت اس امر میں پوشیدہ ہے کہ اس نے اردو نظم کے موضوع اور اسلوب دونوں کے بارے میں ایک نئے شعور کو فروغ دیا۔ اس سے پہلے نظم کی روایت مختلف اصناف میں موجود تھی اور نظیر اکبر آبادی جیسے شعرا نے زندگی کے عام مظاہر کو شاعری کا حصہ بھی بنایا تھا، لیکن انجمنِ پنجاب نے موضوعاتی نظم کو باقاعدہ ادبی سرگرمی اور اجتماعی تخلیقی تجربے کی صورت دی۔ محمد حسین آزاد نے اس تحریک کو عملی بنیاد فراہم کی، جب کہ مولانا حالی نے اپنے تنقیدی نظریات کے ذریعے اس کے فکری مقاصد کو واضح کیا۔ نیچرل شاعری، حقیقت نگاری، فطرت نگاری اور اصلاحِ معاشرہ کے رجحانات نے اردو نظم کے لیے ایک ایسا راستہ متعین کیا جس پر چلتے ہوئے بعد کے شعرا نے قومی، سماجی، تاریخی، سیاسی اور شخصی موضوعات کو اپنے تخلیقی اظہار کا حصہ بنایا۔

حاصلِ مطالعہ یہ ہے کہ انجمنِ پنجاب کی تحریک اردو نظم کی تاریخ میں محض ایک مشاعراتی تجربہ نہیں بلکہ ایک اہم فکری اور فنی تبدیلی کا نقطۂ آغاز تھی۔ اس تحریک نے شاعری کو روایتی عشقیہ مضامین اور مخصوص شعری تصورات سے آگے بڑھا کر زندگی کے حقیقی مسائل، انسانی تجربات، فطرت کے مظاہر اور اجتماعی شعور سے وابستہ کیا۔ اس کے زیرِ اثر موضوعاتی تنوع نے نظم کے معنوی دائرے کو وسیع کیا، جب کہ سادگی، حقیقت نگاری، منظر نگاری، جزئیات نگاری اور فطری طرزِ اظہار نے اس کی اسلوبی جہات میں اضافہ کیا۔ اگرچہ اس دور کی بعض تخلیقات میں اصلاحی مقصدیت کی زیادتی اور فنی ناپختگی کے آثار ملتے ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ تحریک جدید اردو نظم کے ارتقائی سفر میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس نے قدیم شعری روایت اور جدید نظم کے درمیان ایک ایسا فکری و فنی رابطہ قائم کیا جس کے اثرات بعد کے ادبی ادوار میں بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ بلاشبہ انجمنِ پنجاب نے اردو نظم کو نئی موضوعاتی وسعت، فکری بیداری اور اسلوبی امکانات سے روشناس کراتے ہوئے اس کی جدید تشکیل و تعمیر کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی ہے۔

**حوالہ جات**

1) انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۲۰۲۳ء)، ص ۳۳۴–۳۳۳۔
2) سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ص ۳۴۳۔
3) محمد حسین آزاد، "نظم آزاد"، مشمولہ انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۲۰۲۳ء)، ص ۳۴۱–۳۴۰۔
4) محمد حسین آزاد، "مقالاتِ آزاد"، مرتبہ آغا محمد باقر، مشمولہ انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۲۰۲۳ء)، ص ۳۳۳۔
5) انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی تحریکیں (کراچی: انجمن ترقیِ اردو، ۲۰۲۳ء)، ص ۳۵۰۔
6) سید عبداللہ، ڈاکٹر، ولی سے اقبال تک (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص ۲۵۹۔
7) وزیر آغا، اردو شاعری کا مزاج (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۰۸ء)، ص ۳۱۸۔